اجتہاد و تقلید

نیز

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ ومعینہ کی تقلید

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی

ناشر

تجوید القرآن ایجوکیشنل اینڈ چیاریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

آزادنگر، عنبرپیٹ، حیدرآباد

بموقع اجلاس عام مجلس علمیہ آندھراپردیش، منعقدہ ۹، ۱۰ر مارچ ۲۰۱۰ء

اجتہاد و تقلید

نیز

ائمہ اربعہ اور مذاہبِ اربعہ و معینہ کی تقلید

تحریر: حضرت مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی

مدظلہ العالی

بشکریہ وبعنایت: مولانا حبیب اللہ اختر، بھائی طاہر صدیقی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجتہاد وتقلید

نیز

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ ومعینہ کی

تقلید

تحریر

محمد عبید اللہ الاسعدی

استاد جامعہ عربیہ، ہتورا، باندہ

تفصیلات

نام کتاب : اجتہاد وتقلید نیز ائمہ اربعہ
اور مذاہب اربعہ ومعینہ کی تقلید
مصنف : مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
استاد جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ
کمپوزنگ : البلاغ گرافکس این ٹی آر نگر حیدر آباد
9441025508
طباعت : عائشہ آفسیٹ پرنٹرس
روبرو فائر اسٹیشن بیلر، متصل مسجد رضیہ، جدید ملک پیٹ، حیدر آباد-۳۶
فون : 9391110835, 9346338145, 65871440

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

ہم نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سیکھا وہ سنجیدہ اور مثبت کام ہے اور ضرورت کے مطابق دفاع و وضاحت کا، انتشار وخلفشار کا نہیں خواہ کسی عنوان سے ہو کیونکہ یہ عامۃ المسلمین اور اسلام ومسلمانوں، عوام وخواص سب کے لئے مضر ہے۔

زیر نظر تحریر کے موضوعات ومسائل نجی مجلسوں اور درس میں آتے رہتے ہیں مگر نہایت مجبور ہو کر یہ سوچنا پڑا کہ عام پڑھے لکھے اور سادہ لوح مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں مثبت انداز میں ضروری وضاحت پہونچانا وقت کا اہم تقاضا ہے، اس لئے اس قبیل کی چند مختصر تحریریں تیار کر کے منظر عام پر لائی جارہی ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اد هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجتہاد و تقلید

نیز ائمہ اربعہ و مذاہب اربعہ اور مذہب معین کی تقلید

(ممتاز علمائے ہند و علماء عرب کی نگاہوں میں)

اُمت کے معتمد علماء محققین نے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور ہر زمانے میں لکھا ہے، اُنھوں نے جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسانوں کے اپنے علم و صلاحیت کے اعتبار سے مختلف طبقات ہوتے ہیں، اس لئے دنیا کا باب ہو یا دین کا، ہر باب میں ایک طبقہ اہل اجتہاد کا ہوتا ہے جو محدود ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اِن کی تقلید کرتے ہیں، اور جیسے دین کی نسبت سے مختلف موضوعات و معاملات میں کچھ لوگوں کو اہل اجتہاد مان کر، ان کی تحقیق وغیرہ کو قبول کیا گیا اور ان کے فیصلوں کو مانا و تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح فقہی مسائل میں بھی ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

مثلاً امام بخاری وغیرہ نے احادیث کی نسبت سے جو بے مثال اور گرانقدر کام کیا ہے اس پر اعتماد تقلید کے سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے۔ اسی طرح مسلمان قضاۃ وحکام کتاب سنت کی روشنی میں مقدمات وفریقین ونزاعات کے باب میں جو فیصلے کرتے ہیں ان میں اختلاف کے باوجود ان کو ماننا وتسلیم کرنا اور ان کے مطابق عمل عوام وخواص سب کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح رؤیت ہلال کا فیصلہ کسی بھی ملک کے ذمہ داران جب کرتے ہیں تو اس کا ماننا سب کو لازم ہے، اس میں اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ قاضی وحاکم کا یہ مذہب و

نظریہ ہے اور ہمارا یہ تو ہم کو یہ قبول نہیں، اس قسم کے مسائل اجماعی حیثیت رکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی فیصلے ورائے کو من وعن ماننا ہی تقلید کہلاتا ہے۔

علماء اُمت نے فقہیات کے مدنظر تقلید کی جو تفصیل وتعریف کی ہے اس کے مطابق اجتہاد وتقلید کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کے بے شمار مسائل ایسے ہیں کہ جن کا کوئی حکم کتاب و سنت کی نصوص وعبارتوں کے اندر صاف، صریح لفظوں میں دوٹوک اور قطعی انداز میں مذکور نہیں۔

ایسے مسائل میں شریعت کے مقرر کردہ حدود کے مطابق غور وفکر کے ذریعہ احکام کی تلاش ''اجتہاد'' کہلاتی ہے اور جو لوگ اس کے اہل و مستحق ہیں ان کے فیصلے کو من وعن مان لینا، یا آنکھ بند کرکے بغیر دلیل کی طلب وتحقیق کے قبول کر لینا، تقلید ہے۔

جبکہ اس عمل کو ماننے کی بنیاد یہ ہے کہ فیصلہ کرنے والے معتمد وامین علماء اُمت ہیں، جو بھی رائے اُنھوں نے قائم کی ہے وہ کتاب وسنت کی روشنی میں پوری دیانت وامانت کے ساتھ قائم کی ہے۔ اس میں اُنھوں نے نفسانیت وخیانت سے کام نہیں لیا ہے، اسی ماننے و عمل واعتماد کو تقلید شرعی وفقہی کہتے ہیں۔

ایسی تقلید کا باپ دادا کی اس تقلید سے کوئی تعلق نہیں ہے، جس کو قرآن کریم میں جگہ جگہ حرام کہا گیا ہے امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتابوں میں بار بار اور بوضاحت اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اب اسی تقلید کی بابت گزشتہ چند صدیوں کے معتمد ومعروف بلکہ مسلم ومقبول بعض علماء ہند اور علماء عرب کے اقوال ملاحظہ ہوں اور یہ علماء وہ ہیں جو موجودہ عہد میں اہل حق کے نزدیک فی الجملہ مقتدا اور رہنما مانے جاتے ہیں۔

امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی

اس بابت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہما الرحمہ کے یہاں کافی تفصیل ملتی ہے ان کے متعدد فتاویٰ اور رسائل ہیں، بالخصوص شاہ صاحب کی تحریرات معروف ہیں ''حجۃ اللہ البالغۃ'' وغیرہ میں تو ضمناً یہ کلام آیا ہے مگر ''عقد الجید فی

احکام الاجتہاد والتقلید'' اور ''الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف'' مستقل رسائل ہیں اور بالخصوص رسالہ الانصاف بہت اہم اور واضح ہے۔

بہر حال امام الہند نے اپنے ان رسائل میں جہاں وضاحت کے ساتھ یہ گفتگو فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کا وجود وشیوع کہاں سے ہوا وہیں یہ بات بھی بصراحت وقوت تحریر فرمائی ہے کہ اُمت میں مذاہب اربعہ کی مقبولیت اور شیوع کا راز اور اس کی مصلحت کیا ہے؟ مثلاً ایک موقع پر فرماتے ہیں:

ان ھذہ المذاھب الاربعة المحررة قداجتمعت الامة او من یعتدبه منها علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا، وفی ذلک من المصالح مالا یخفی، لاسیما فی ھذہ الایام التی قصرت فیھا الھمم جد وأشربت النفوس الھوی واعجب کل ذی رأی برأیه [1]

یہ چاروں مذاہب جو آج پوری تحقیق کے ساتھ مدون ومحفوظ ہیں، پوری اُمت یا اُمت کا قابل لحاظ واعتبار طبقہ آج تک ان کی تقلید کے جواز پر متفق ہے، اور اس میں بہت سے مصالح ہیں جو مخفی نہیں ہیں، خاص طور سے اس زمانے میں جب کہ ہمتیں بہت پست ہو چکی ہیں اور خواہشات دلوں میں گھر کر چکی ہیں اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر ناز کرتا ہے اور اِتراتا ہے۔

''عقد الجید'' میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''باب تاکید الأخذ بھذہ المذاھب الاربعة والتشدید فی ترکھا والخروج عنھا'' اور اس کے بعد فرماتے ہیں:

اعلم أن فی الأخذ بھذہ المذاھب الأربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کبیرة وذلک بوجوہ: الوجه الاول ھو اجتماع الامة علی الاعتماد علی السلف فی معرفة الشرعیة والعقل یدل علی حسن ذلک لأن الشریعة لا تعرف الا بالنقل والاستنباط.

[1] حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۱۵۴ والانصاف ص ۹۷

الـوجـه الـثـانـی انـه لـمـا لـم تبق الا هذه المذاهب کان اتباعها اتباعاً لـلسـواد الأعـظـم والخروج عنها خروجا عن السـواد الأعظم وقدأمر النبی علیه الصلوٰة والسلام بالتاکید باتباع السواد الاعظم

الـوجـه الثالث هو عدم جواز الاعتماد علی قول احد ، لطول الزمان وبـعـد الـعـهـد و تضیع الأمانات حتی ینسبه الی بعض من اشتهر من السلف بـالـصـدق والـدیـانة والأمانة ، اما صریحا ینسبه او دلالة ، وکذا عدم جواز الاعتماد علی قول من لا ندری حصل جمع شروط الاجتهاد أولا[1]

شواہد میں ترمذی کی حدیث ''علیکم بالجماعة'' بھی ذکر کیا جاتا ہے جس کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب الفتن باب لزوم الجماعۃ)

جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذاہب کی پابندی میں بڑی مصلحت اور ان سے کلی طور پر اعراض میں بڑا مفسدہ ہے اور اس کے متعدد وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے علم ومعلومات کی بابت، سلف پر اعتماد کرنے پر اُمت کا اتفاق اور اجماع ہے اور عقل بھی اس کی بہتری کو بتاتی ہے کیونکہ شریعت کا علم صرف نقل و استنباط کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے (اس کے بعد کچھ تفصیل کرکے فرماتے ہیں یہ خصوصیت صرف ان مذاہب اربعہ کو ہی حاصل ہے)

دوسری وجہ یہ کہ زمانہ مابعد میں صرف یہ چاروں مذاہب ہی (تحقیق واعتماد کی رو سے) باقی رہ گئے ہیں تو ان کی اتباع سواد اعظم کی اتباع اور ان سے خروج واختلاف سواد اعظم سے علیحدگی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد اعظم کی اتباع کا حکم تاکید کے ساتھ دیا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ عہد نبوی چونکہ ہم سے کافی دور ہو چکا ہے، اور اب دیانت وامانت کا

[1] عقد الجید ص ۲۰ تا ۲۲ نیز الانصاف ص ۹۷ تا ۱۰۲ مذکورہ عبارت میں سواد اعظم کی اتباع کا حدیث میں وارد ہونا ذکر کیا گیا ہے، اس بابت وہ احادیث تو دلیل ہیں ہی جن میں اجماع اور اجتماعیت کا تذکرہ ہے، مذکورہ لفظوں میں بھی حدیث آئی ہے، مثلاً علیکم بالسواد الأعظم (لابن ماجہ کتاب الفتن) اور اتبعوا لسواد الأعظم (مستدرک حاکم) زرکشی کا قول ہے۔ یہ حدیث ایسی سندوں سے مروی ہے جس کی بنیاد پر صحت کا حکم لگتا ہے اور کسی ایک سند سے اس کی اصل ضرور ثابت ہے اور ہم کو اس کے شواہد بھی ملتے ہیں۔ (المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر ص ۶۰)

فقدان ہے اس لئے کسی کی بات اس وقت مانی جاسکتی ہے جبکہ وہ اس کی نسبت سلف میں سے کسی ایسے فرد وشخص کی طرف کرکے جو اخلاص اور دیانت وامانت میں معروف ومشہور ہو، خواہ یہ نسبت صراحۃً ہو یا دلالۃً، اسی طرح یہ کہ ایسے کسی آدمی کے قول پر اعتماد جائز نہیں جس کے متعلق ہم کو علم نہیں کہ اس کے اندر شرائط اجتہاد موجود بھی ہیں یا نہیں؟

اسی طرح عقد الجید میں جہاں ایک موقع پر فرمایا:

العامی یحب علیه تقلید العالم اذا کان یعتمد علی فتواه[1]

عامی پر اس عالم کی تقلید واجب ہے جس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہو۔

وہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجتہد کی تقلید کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ سمجھ کر اس کی تقلید کی جائے کہ اس سے غلطی نہیں ہوسکتی، ظاہر ہے کہ یہ ناجائز ہے اور دوسری جس کو پہلے نمبر پر ذکر فرمایا ہے اس کی بابت فرماتے ہیں۔

تـقـلـیـد المجتهد علی وجهین احدها ان یکون من ابتاع الروایة دلالة فـان الـحـاصـل لا یسـتـطیع بنفسه التتبع والاستنباط فکان وظیفته أن یسأل فـقـیـهـامـاحـکـم رسول الله صلی الله علیه و سلم فی کذا ؟ فاذا اخبره تبعه ، سـواء کـان مـاخـوذ ، مـن صـریـح الـنـص أو مستـنـبطامنه أو مقیسما علی الـنـصـوص فـکـل ذلک راجع الی الروایة عنه ولو دلالة ، وهذا قد اتفقت الامة عـلـی صـحـتـه قـرنـابعد قرن ، وأمارة هذا التقلیدان یکون عمله بقول المجتهد کالمشروط بکونه موافقا للسنة[2]

پہلی قسم تقلید مجتہد کی یہ ہے کہ یہ تقلید دلالۃً روایت احادیث اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کی اتباع ہوتی ہے کیونکہ جاہل آدمی از خود نہ حکم کی تلاش کرسکتا ہے اور نہ استنباط کرسکتا ہے تو اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کسی فقیہ سے معلوم کرے کہ فلاں مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ جب فقیہ اس کو بتائے تو اس کی اتباع کرے خواہ اس کا

[1] عقد الجید ص ۴۶

[2] عقد الجید ص ۴۲ و ۴۳ ملخصا

بتایا ہوا حکم صریح نص سے ماخوذ ہو یا اس سے مستنبط ہو یا اس پر قیاس کردہ ہو یہ سب دلالۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کے درجے میں ہیں اور اُمت اس اتباع وتقلید کی صحت پر قرناً بعد قرن، متفق ہے، اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا مجتہد کے قول پر عمل اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ مجتہد کا قول سنت کے موافق ہونا چاہئے۔

امام دہلوی نے نفس تقلید اور مذاہب اربعہ کی تقلید کی حقیقت واہمیت کو ذکر کرنے کے ساتھ مذہب معین اور کسی ایک امام کی تقلید کی بابت بھی بڑی وقیع بات فرمائی ہے اور اس کے ضمن میں ہندوستان جیسے ملکوں کیلئے حنفیت کی اتباع وتقلید کی بات بھی آگئی ہے۔ فرماتے ہیں:

ان التقليد لامام بعينه قديكون واجبا وقد لا يكون واجبا فاذا كان انسان جاهل فى بلاد الهند اوفى بلاد ماوراء الهند وليس هناک عالم شافعى ولا مالكى ولا حنبلى ولا كتاب من كتب هذه المذاهب ، وجب عليه أن يقلد لمذهب ابى حنيفة ويحرم عليه أن يخرج عن مذهبه لانه حينئذ يخلع ربقة الشريعة ويبقى سدى مهملاً۔[1]

کسی امام معین کی تقلید کبھی تو واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی لہذا جب کوئی انسان جاہل ہو جو ہندوستان یا ماوراء النہر ایسے علاقے میں رہتا ہو جہاں کوئی عالم شافعی یا مالکی یا حنبلی موجود نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب پائی جاتی ہو تو اس آدمی پر لازم ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ وہ ان کے مذہب سے خروج کرے کیونکہ ایسا کرنے میں وہ شریعت کا پٹہ و پھندا اپنے گلے سے نکال دے گا اور بالکل آزاد وشتر بے مہار ہو جائے گا۔

ہندوستان اور مشرقی دنیا کے اکثر حصے میں عموماً حنفی علماء ہوتے رہے اور ہیں دوسرے مذاہب کے علماء بہت کم اور خال خال حصوں میں ہیں البتہ کتابیں بالخصوص آج کل ہر جگہ دستیاب ہیں، یا ہو جاتی ہیں لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ ایک مذہب کے ماہر کے لئے بھی دوسرے مذہب کی کتابیں خود دیکھ کر کوئی فیصلہ کرنا اور حکم نکالنا بڑی نزاکت رکھتا ہے اور عوام

[1] الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف ص ۷۹

کے لئے تو یہ اور دشوار کام ہے۔

اس لئے ظاہر یہی ہے کہ امام دہلوی کا یہ مقصود نہیں کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں سے عوام یا عام علماء از خود استفادہ کر کے حکم نکالیں۔ بلکہ یہ کہ دوسرے مذاہب کے علماء اپنی کتابوں سے حکم تلاش کر کے بتائیں، تو ایسا علاقہ جس میں خال خال حنفی ہوں اور دوسرے مذاہب کے ہی علماء عموماً وہاں پائے جاتے ہیں جیسے ہمارے یہاں کیرل وغیرہ میں تو وہاں تو یہ سوچا اور کہا جا سکتا ہے کہ عوام علاقے کے ارباب افتاء پر اعتماد کریں اگرچہ عوام حنفیت سے انتساب رکھتے ہوں اور ارباب افتاء شافعی ہوں۔

شاہ اسماعیل شہید دہلوی

شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کا مقام معروف ہے، اور آج کل برصغیر ہند و پاک کے وہ حضرات جو مذاہب اربعہ کے پابند نہیں ہیں وہ خصوصیت سے اپنے مقتدا کی حیثیت سے ان کے نام کو نمایاں کر رہے ہیں حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور سید احمد شہید علیہما الرحمہ جو شاہ شہید کے بزرگوں میں سے تھے ان سے بھی ان کو الگ اور ممتاز قرار دینے کی سعی کر رہے ہیں، شاہ اسماعیل شہید صاحب کی تالیفات اگرچہ نہ بہت زیادہ ہیں، اور نہ ضخیم ہاں اہم وگرانقدر ضرور ہیں۔ اُنھوں نے اپنے معروف رسالہ ایضاح الحق الصریح میں اور تقویۃ الایمان کے اس حصے میں جس کی اشاعت وطباعت کم ہوئی۔ اس میں اگرچہ اندھی تقلید وغیرہ کی سخت مذمت کی ہے لیکن ابن حزم وغیرہ کی طرح تقلید کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا ہے۔[1]

بلکہ اُصول فقہ سے متعلق جو ان کا ایک مختصر سا رسالہ ہے اس کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

السعى فى ادارک الأحكام المتعلقة بأفاعليها من ادلتها ، وهو الاجتهاد ، عزيمة و الاعتماد فى ذلک على قول الثقات ، وهو التقليد ، رخصة والاجتهاد مناطه على اطمئنان النفس بما فهمت من الاحكام من ادلتها التفصيلية ...... فمن حصل له هذا الاطمئنان فهو المجتهد ...... والاجتهاد قد يتجزأ بأن يحصل له الاطمئنان فى بعض المواضع دون

[1] تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان ص ۱۱۹ وایضاح الحق الصریح ص ۷۶، ۷۷، ۷۸

البعض فهو مجتهد في الأول مقلد في الثاني .

ثم السعي في تحصيل الاطمئنان ليس بواجب بل يكفي التقليد ايضا عزيمة ، والتقليد ليس بواجب لكن اذا نزل نازلة لأحد ولم يتحصل الاطمئنان سأل أي ثقة وجده وهو ملته يجزيه .

وتقليد المعين ليس بواجب بل يكفي العزيمة على اتباع ثقة من الثقات ، ونعم اذا ظن الوثوق منحصر في شخص واحد فحينئذ يجب التعيين به وتقليد الحي اولى من تقليد الميت الا اذا شك في وثوق الاحياء وتيسر له المراجعة الى اقوال الميت تفصيلاً فقط[1]

افعال سے متعلق احکام کو دلائل سے سمجھنے کے لئے جدوجہد کرنا جس کو اجتہاد کہتے ہیں۔عزیمت ہے اور اس بابت کسی ثقہ کے قول پر اعتماد کرنا، جس کو تقلید کہتے ہیں رخصت ہے اور اجتہاد کا مدار نفس کے اس اطمینان پر ہے جو نفس کو احکام شرعیہ کے ان کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے پر حاصل ہوتا ہے، یہ اطمینان جس کو حاصل ہو وہی مجتہد ہے، اجتہاد میں تجزی بھی ہوتی ہے کہ صاحب اجتہاد کو بعض مسائل میں تو اطمینان ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا تو ایسا شخص جن چیزوں میں اس کو اطمینان حاصل ہو ان کی نسبت سے مجتہد اور جن میں نہ ہو ان کی نسبت سے مقلد ہوتا ہے۔

اور نفس کا اطمینان حاصل کرنے کے لئے جدوجہد واجب نہیں بلکہ تقلید کرنا بھی عزیمت کے طور پر کافی ہوجاتا ہے اور تقلید بھی واجب ہے، البتہ کسی کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش آئے اور اس کو اطمینان حاصل نہ ہوسکے تو وہ کسی بھی معتمد آدمی سے جو اس کو مل جائے پوچھ سکتا ہے اور ایسی صورت میں اس شخص کا جواب اس کا مذہب ہوگا اور یہ اس کیلئے کافی ہے۔

اور کسی معین (امام ومذہب) کی تقلید واجب نہیں بلکہ کسی معتمد ومعتبر کی اتباع کا عزم و ارادہ کافی ہے، البتہ اگر وثوق واعتماد کا انحصار کسی ایک شخص کے اندر محسوس کیا جائے تو اس کی

[1] رسالہ اصول فقہ (شاہ اسماعیل شہید) ص ۳۴ تا ۳۶

اتباع کا تعین واجب ہے اور مردہ کے مقابلہ میں زندہ کی تقلید اولیٰ ہے لیکن اگر زندہ پر اعتماد میں شک وتردد ہو اور مردہ کے اقوال کی طرف مراجعت تفصیل کے ساتھ آسان وممکن ہو تو مردہ کی تقلید درست ہے۔

سید احمد شہید علیہ الرحمہ

اس موقع سے سید احمد شہید علیہ الرحمہ کے مکاتیب میں آنے والی ایک صراحت کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔یہ اس لئے کہ سید صاحب موصوف بھی مسلمہ بزرگان دین و اکابر میں سے ہیں اور ان کی طرف منسوب تحریر ورائے، ان کی جماعت وخواص رفقاء کی تحریر و رائے سمجھی جاتی ہے۔ان رفقاء میں شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحئی بڈھانوی علیہما الرحمۃ جیسے حضرات بھی تھے۔بہرحال سید صاحب نے سرحد کے علاقے کے علماء وعمائدین کو جو خطوط لکھے ان میں اپنی ذات وجماعت سے متعلق اُٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی آئے ہیں۔اسی سلسلے کی ایک کڑی سید صاحب کا جواب ذیل بھی ہے جو سید صاحب نے علاقہ کے ممتاز علماء کے نام تحریر کرایا ہے، فرماتے ہیں:

این فقیر وخاندان ایں فقیر در بلاد ہند گمنام نیست، الوف الوف انام از خواص وعوام این فقیر واسلاف ایں فقیر رامی دانند کہ مذہب ایں فقیر اباً عن جد مذہب حنفی است، وبالفعل ہم جمیع اقوال وافعال ایں ضعیف بر قوانین اصول حنفیہ وآئین قواعد ایشاں منطبق است، ہمگی ازاں خارج از اصول مذکورہ نیست، الا ماشاء اللہ آنچہ از ہمہ افراد ایشاں بسبب غفلت ونسیان صادر می گردد کہ بخطائی خود معترف می باشد وبعد از اعلام براہ راست معاودت می نماید، آرے در ہر مذہب طریق محققین دیگری باشد وطریق غیر ایشاں دیگر، ترجیح بعضے روایات بر بعضے دیگر بنظر بقوت دلیل وتوجیہ بعضے عبارات منقول از سلف وتطبیق مسائل مختلفہ مدون در کتب، وامثال ذلک دائما از کاروبار اہل تدقیق وتحقیق است بایں سبب ایشاں خارج از مذہب نمی توانند شد بلکہ ایشاں رالب لباب اہل آن مذہب باید شمرد ہر کہ دریں مقدمہ شبہ داشتہ باید لازم نزد ایں فقیر آمدہ بالمشافہہ حل اشکال نماید یا خود فہمد یا فقیر رافہمانید[1]

[1] مکاتیب سید احمد شہید ص ۱۱۶

یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گمنام نہیں ہے، ہزاروں ہزار عوام وخواص اس فقیر کو اور فقیر کے اسلاف کو جانتے ہیں، اس فقیر کا مذہب باپ و دادا سے مذہب حنفی ہے، اور عملاً اس فقیر کے تمام اقوال وافعال اُصول حنفیہ کے قوانین اور ان کے قواعد آئین پر منطبق ہیں۔ کوئی چیز اُصول مذکورہ سے خارج و باہر نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ اور اگر ان میں سے کسی سے غفلت یا نسیان کی وجہ سے کوئی بات صادر ہوتی ہے تو وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے اور بتانے پر فوراً رجوع کرتا رہا۔

البتہ ہر مذہب میں محققین کا طریقہ الگ ہوتا ہے اور دوسروں کا الگ۔ بعض روایات کے مقابلے میں بعض کی ترجیح، قوت دلیل کا لحاظ سلف سے منقول بعض عبارات کی توجیہ اور کتابوں میں مدون مختلف مسائل کی تطبیق وغیرہ ہمیشہ سے اہل تحقیق کا کار وشعار رہا ہے اور اس کی وجہ سے ایسے لوگ مذہب سے باہر نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو تو مذہب کے ماننے والوں کا لب لباب شمار کرنا چاہئے۔ جس کو اس مقدمہ میں شبہ ہو ضروری ہے کہ اس فقیر کے پاس آئے رُو در رُو اشکال کو حل کرے، یا خود سمجھے اور یا اس فقیر کو سمجھائے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

دار العلوم دیوبند کا آغاز جن بزرگوں سے ہوا اور جو دار العلوم کے اولین مؤسسین تھے، ہر اعتبار سے۔ مدرسہ اور نظام ونصاب تعلیم کے اعتبار سے بھی اور شرعیات ونظریات و روحانیات کے اعتبار سے بھی ان میں حضرت نانوتوی کے شانہ بشانہ حضرت گنگوہی کا نام ہے اور فضلاءِ دیوبند میں جو حضرات سرخیل جماعت شمار کئے گئے اُنھوں نے برملا اس کا اعتراف کیا ہے کہ کلامیات میں ہمارے مقتدا حضرت نانوتوی اور فرعیات وفقہیات میں حضرت گنگوہی ہیں یعنی باعتبار تشریح وتوضیح کے اور تفصیل وتنقیح کے اس لئے اس موقع سے حضرت گنگوہی کا ایک بصیرت افروز ارشاد ذکر کیا جارہا ہے، جو تقلید وعدم تقلید دونوں کی بابت غلو کے شکار افراد کے لئے چشم کشا ہے۔

”تقلید مطلق فرض ہے، فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون الایة حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے۔

اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک یہ کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے، دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لے وے، اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسموں تقلید کو متضمن ہے لہذا دونوں قسم کی تقلید مامور من اللہ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالیٰ کے حکم وفرض کا عامل ہوگا۔

لہذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل وگمراہ ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروضہ کو شرک کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم فرمایا ہے مکلف کو مختار فرمایا ہے کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے۔

کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ تقلید کا وجود جدا ہوا اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ تقلید جہاں کہاں ہووے گی یا شخصی کی ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہووے گی، لہذا دونوں قسم میں مکلف مختار ہے، جس پر چاہے عمل کرے، اور عہدہ امر سے فارغ ہووے، پس مامور من اللہ تعالیٰ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے، بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں۔

مگر اس وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل ذی رائے برأیہ کا اور تقلید غیر شخصی ان کی ہوا اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز واجراء کا ہو جاتا ہے اور موجب لا اُبالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی وتشنیع کا شان مسلمین وائمہ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ وفساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے، چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے لہذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہیں، درست نہیں رہا، اور فقط شخصی امتثال امر فاسئلوا کے واسطے معین و شخصی بحکم شرع ہوگئی ہے کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے تو اس کی محافظت بھی فرض اعظم ہے۔

الحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید واجب شخصی ہے اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے، البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مامور علی الخیر ہے مثل شخصی کے پس واضح ہوگیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اس کو بدعت یا شرک کہنا جہل محض ہے''۔ [1]

ایک دوسرے فتویٰ میں بھی یہی مضمون آیا ہے اور اس میں یہ بھی فرماتے ہیں:

''تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالیٰ ہیں اور جس پر عمل کرے عہدہ امتثال سے فارغ ہوجاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسرے پر عمل نہ کرے اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے پس فی الواقع اصل یہی ہے لہذا جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں وہ گنہگار ہیں کہ مامور من اللہ تعالیٰ کو حرام کہتے ہیں اور جو بدون حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار ہے کہ مامور کو حرام بتاتا ہے دونوں ایک درجہ کے ہیں اصل میں۔

مزید اسی انداز کی گفتگو جو پچھلے فتویٰ میں ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:

''جب کہ تقلید غیر شخصی کرنے میں فساد ظاہر ہے اس میں کسی کو بشرط انصاف انکار نہ ہوگا تو اگر واجب لغیرہ شخصی کو کہا جائے اور غیر شخصی کو منع کیا جائے تو یہ بالرائے نہیں بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع فساد واجب ہر خاص وعام پر ہے...... یہ امر (تقلید شخصی وغیر شخصی دونوں کے جواز کا) اس وقت تک ہے کہ فساد نہ ہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطہ اور ایسی حالت موجودہ میں جو بچشم خود مشاہدہ ہورہا ہے وجوب شخصی کا بالرائے نہیں بلکہ بالنصوص ہے فقط''۔ [2]

حضرت گنگوہی کے ان فتاویٰ میں تقلید غیر شخصی کی وجہ سے فساد اور بددینی کی نوبت کی جو بات آئی یہ مشاہدہ ہے کہ جس کو حضرت نے لکھا ہے اور بددینی کا اعتراف خود اس فکر کے ممتام علماء نے کیا ہے اور کرتے ہیں جو تقلید غیر شخصی کے قائل ہیں اس بابت مولانا محمد حسین

[1] فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۳۵، ۲۳۶

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۴ و ۲۳۵

بٹالوی کا ارشاد بہت معروف ہے۔ [1]

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

دار العلوم دیوبند کے اولین مراحل کے فضلاء وارباب افتاء میں فقہ وفتاویٰ کی نسبت سے جس شخصیت کا سب سے زیادہ نام وسکہ چلا اور آج تک چل رہا ہے وہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ ہیں اس لئے چند جملے حضرت کے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔ [2]

سورہ آل عمران کی آیت **قل یا ایھا الکتاب تعالوا الی کلمة سواء الایة** کے تحت فرماتے ہیں:

''اس آیت سے ایسی تقلید کا ابطال ہوتا ہے جیسی اہل کتاب کرتے تھے جس کا ابھی بیان ہوا اور جو تقلید جمہور اسلام میں اب شائع ہے وہ مشروع ہے اور اس آیت کے مضمون میں داخل نہیں جس کا محل مسائل ظنیہ محتملة الطرفین ہیں، جب تک نص قطعی محکم، مجمع علیہ یا اجماع کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو، ورنہ نص واجماع کو مقدم رکھا جاتا ہے''۔ [3]

امداد الفتاویٰ میں ایک موقع پر فرماتے ہیں:

''تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بیشک بدعت ہے لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے''۔ [4]

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں اور سوال یہ تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی پیروی کو اپنے اوپر لازم سمجھنا کیا یہ امر شرعاً درست ہے فرمایا:

''پیروی کی دو قسم ہیں ایک ایسی طاعت کہ اس کے کہنے سے شریعت کو بھی چھوڑ دے

[1] ملاحظہ ہو کتاب ''حدیث اور اہل حدیث'' ص ۲۷ بٹالوی صاحب کا ارشاد متعدد لوگوں نے نقل کیا ہے۔ مثلاً شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے اپنی کتاب ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' میں۔

[2] امداد الفتاویٰ ۵۶۴/۴ و ۵۶۵ میں ایک مبسوط فتویٰ اسی انداز کے مضمون کا ہے جو حضرت گنگوہی سے نقل کیا گیا ہے مگر اسلوب وتعبیر کا فرق ہے عبارت میں بھی کچھ دقت ہے اس لئے اس کو نہیں لیا گیا ہے۔

[3] بیان القرآن ۲۸/۲

[4] امداد الفتاویٰ: ۵۶۹/۴

یہ حرام بلکہ شرک ہے، دوسری قسم یہ کہ نیت تو قرآن وحدیث ہی کے اتباع کی ہے مگر ایک عالم کو قرآن وحدیث کو سمجھنے والا مانکر اس کے فتویٰ پر عمل کرتا ہے یہ جائز اور عمل مسلمہ اُمت ہے"۔ [1]

ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

"مقلد گو اجمالاً تو اپنے متبوع کے مذہب کو راجح سمجھتا ہے اس لئے اس کا اتباع کرتا ہے مگر تفصیلاً راجح ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تفصیلی رجحان سے مراد اثبات الترجیح بالدلیل یعنی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ہر قول کے رجحان کو دلیل سے ثابت کرسکتا ہوں اور راجح ومرجوع میں موازنہ کرکے مرجوح کا ترک کرنا یہ وظیفہ بھی مجتہد ہی کا ہے گو مجتہد مقید ہی ہو البتہ اگر مقلد محض کو یہ معلوم ہوجائے کہ اپنے مذہب کی کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو اس پر بھی واجب ہے کہ اس قول کو ترک کردے"۔ [2]

مذاہب اربعہ کی تقلید کے مخالف بعض ممتاز علماء ہند

اجتہاد وتقلید کے باعث ایک تو افراط وتفریط پر مبنی کلام ورائے ہے جو حق پسندوں اور ایمانی بصیرت وعلمی دیانت رکھنے والوں کا کبھی شعار نہیں رہا...... بلکہ ہر عہد میں ہر مکتب و مذہب کے ایسے علماء نے اپنی فکر ورائے کا پرزور طریقہ پر ذکر کرنے اور اس کو مدلل ومبرہن کرنے کے ساتھ حق وحقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے، گزشتہ سطور میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہما الرحمۃ کی آراء وارشادات اسی قبیل کے ہیں اب چندان علمائے ہند کے خیالات سنئے جو مذاہب اربعہ کی تقلید کے لزوم و پابندی کے خلاف ہیں اور یہ حضرات اس طبقے کے سرخیل اور اولین مقتداو پیشواؤں بلکہ تحریک وفکر کے بانی مبانی سمجھے جاتے ہیں۔

میاں صاحب، مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ "معیار الحق" میں تفصیلی کلام فرمایا ہے جس کا خلاصہ مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ان

[1] امداد الفتی ۴/۴۹۶

[2] امداد الفتاویٰ ۴/۴۹۶ و ۴۹۷

لفظوں میں ذکر کیا ہے:

"رہی تقلید وقت لاعلمی کے وہ چار قسم ہے:

قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہدین اہل سنت میں سے لاعلی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق اُمت۔

قسم دوم: مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے۔

قسم ثالث: حرام و بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعیین بزعم وجوب کے برخلاف قسم ثانی کے۔

قسم رابع: شرک ہے اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے ایک مجتہد کی اتباع کی پھر اس کو حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض، مخالف مذہب اس مجتہد کے معلوم ہوئی تو اب وہ مقلد...... یا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا اور یا اس میں بدون سبب کے تاویل وتحریف کرکے اس حدیث کو طرف قول امام کے لے جاتا ہے غرضیکہ وہ مقلد مذہب اپنے مجتہد کا نہیں چھوڑتا"۔ [1]

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"عوام کالانعام علماء وقت سے پوچھیں اور جو مسائل معمولی علم والوں کی سمجھ میں نہ آئیں، وہ مجتہد سے پوچھ سکتے ہیں"۔ [2]

مشہور اہل حدیث عالم مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی اپنی معروف کتاب تاریخ اہل حدیث میں فرماتے ہیں اور بڑی عجیب بات:

"کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہل حدیثوں کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم دیتے ہیں کہ وہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] تاریخ اہل حدیث ص ۱۱۹ رسالہ معیار الحق ص ۴۱ و ۴۲

[2] مذہب اہل حدیث ص ۵۸ و ۵۹

حدیث اقوال صحابہ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے، اقوال ائمہ کو معاذ اللہ ٹھکرا دیا کریں اور مادر و پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کریں، اگر ان کا یہی خیال ہے کہ تو ہم صاف لفظوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا ہے"۔ [1]

اس مضمون کے بعد مولانا ابراہیم صاحب نے میاں نذیر حسین صاحب کا ارشاد نقل کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ

شیخ کے فتاویٰ میں اس بابت کافی تفصیلات ملتی ہیں مثلاً ایک موقع پر فرماتے ہیں:

والذي عليه جماهير الائمة ان الاجتهاد جائز في الجملة والتقليد جائز في الجملة لا يوجبون الاجتهاد على كل احد يحرمون التقليد ، ولا يوجبون التقليد على كل احد ويحرمون الاجتهاد وأن الأجتهاد جائز للقادر على الاجتهاد والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد فأما القادر هل يجوزله ؟ الصحيح أنه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد ، إما لتكاف الادلة او لضيق الوقت عن الاجتهاد وإما لعدم ظهور دليل له فانه حيث ، عجز سقط عنه وجوب ماعجز عنه وانتقل الى بدله وهو التقليد و كذلك العامي ۔ [2]

جمہور اُمت جس چیز پر ہے وہ یہ ہے کہ اجتہاد و تقلید دونوں فی الجملہ جائز ہیں نہ تو اجتہاد کو ہر ایک پر واجب قرار دیتے ہوئے تقلید کو (مطلقاً) حرام کہتے ہیں، اور نہ ہی ہر ایک پر تقلید کو واجب کرتے ہوئے اجتہاد کو (مطلقاً) حرام قرار دیتے ہیں، اور یہ کہ اجتہاد اس کے لئے جائز ہے جو اجتہاد پر قادر ہے اور تقلید اس کے لئے ہے جو اجتہاد سے عاجز ہو۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا اجتہاد پر قادر شخص بھی تقلید کرسکتا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جس مسئلے میں وہ عاجز ہو اس میں اس کے لئے تقلید جائز ہے، خواہ یہ عاجز ہونا دلائل کے یکساں ہونے کی بناء پر

۱ تاریخ اہل حدیث ص ۱۱۸

۲ مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۰/۲۰۳و۲۰۴ـ۲۱۲و۲۲۵

ہو، یا اس وجہ سے کہ موقع و محل مزید تحقیق و تاخیر کی گنجائش رکھتا یا یہ کہ مجتہد کو مسئلہ درپیش میں کسی دلیل کا علم نہیں ہوگا، تو جب وہ خود اجتہاد سے عاجز ہوگا تو اس سے اس چیز کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا جس سے وہ عاجز ہے اور اس کی جگہ اس کے بدل کا حکم ہوگا یعنی تقلید ہوگا، جیسے کہ عامی کے لئے حکم ہے۔ (یعنی تقلید کا کہ وہ عاجز محض ہوتا ہے)

نیز فرماتے ہیں:

تقليد العالم حيث يجوز فهو بمنزلة اتباع الادلة المتغلبة على الظن كخبر الواحد والقياس الا أن المقلد يغلب على ظنه اصابة العالم المجتهد كما يغلب على ظنه صدق الخبر ۔ [1]

عالم کی تقلید جہاں جائز ہے تو اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے کہ ظن غالب کا فائدہ دینے والے دلائل کی اتباع کی جائے، مثلاً خبر واحد قیاس پر عمل کرنا کیونکہ مقلد کو جیسے خبر واحد کے صدق کا ظن غالب ہوتا ہے، ویسے ہی اس کا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ ایک مجتہد عالم صحیح رائے رکھتا ہے۔ (یعنی جس کی وہ تقلید کرتا ہے)

ایک موقع پر فرماتے ہیں:

من كان عاجزاً عن معرفة حكم الله و رسوله وقد اتبع فيها من هو من اهل العلم والدين ولم يتبين له أن قول غيره أرجح من قوله فهو محمود يثاب لا يذم على ذلك ولا يعاقب ۔ [2]

جو آدمی خود سے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو جاننے سے عاجز ہو اور اس بابت وہ ایسے لوگوں کی اتباع کرے جو اہل علم و اہل دین ہوں اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ دوسرے کسی عالم کا قول اس عالم متبوع کے قول سے راجح ہے تو یہ اتباع کرنے والا قابل تعریف ہے اس کو ثواب ملے گا، اس کی وجہ سے نہ اس کی مذمت کی جائے گی اور نہ اس کی سزا ہوگی۔

ایک فتویٰ میں شیخ فرماتے ہیں:

۱ مجموعہ الفتاویٰ ۲۰/۱۷

۲ مجموعہ الفتاویٰ ۲۰/۲۲۵

التقليد الذي حرمه الله و رسوله هو أن يتبع غير الرسول فيما خالف فيه الرسول وان التقليد المحرم بالنص والإجماع أن يعارض قول الله و رسوله بما يخالف ذلك كائنا من كان ۔[1]

وہ تقلید جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی رسول کے ماسوا کسی کی اتباع ایسی چیز میں کرے جس میں وہ رسول کی مخالفت کر رہا ہو، اور نص اجماع کی رو سے حرام تقلید یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے قول کے ساتھ معارضہ وٹکراؤ ہو ایسی بات کے ساتھ جو قول خدا اور رسول کے خلاف ہو، خواہ مخالفت کرنے والا کوئی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا ایک اور ارشاد بھی نقل کرنے کا جی چاہتا ہے جو مختصر الفتاویٰ میں آیا ہے، اس میں صرف ترجمہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے۔

شیخ فرماتے ہیں "بعض اہل کلام کہتے ہیں کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ہر در پیش مسئلہ میں اجتہاد کرے اور ائمہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرے، لیکن یہ قول ضعیف بلکہ غلط ہے تمام ائمہ اس کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر عوام تو یہ بھی نہیں جانتے کہ پیش آنے والے مسئلہ میں استدلال کیسے کریں بلکہ فقہ سے اشتغال رکھنے والے اکثر حضرات اس سے عاجز ہیں، اور یہ مشہور و معروف مجتہدین جو ہوئے ان کا معاملہ یہ ہے کہ احکام کے جاننے کے لئے ان کا اجتہاد اور اُمت کے لئے اس راہ سے دین کا بیان واظہار، یہ ان کے حق میں فضل خداوندی ہے جس سے اللہ نے ان کو دوسروں کے مقابلے میں نوازا ہے۔

جو یہ سمجھتا ہے کہ ان حضرات مجتہدین نے احکام شرعیہ کے حق میں جو کہا ہے اس کے بغیر وہ کتاب وسنت کے احکام کو سمجھ سکتا ہے وہ غلط کار وخطا کار ہے اس لئے کہ (صحت اجتہاد کے لئے) جیسے یہ جاننا ضروری ہے کہ کہاں اختلاف اور کہاں اتفاق ہے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ مخالف کا استدلال کس چیز سے ہے اور کونسا مسئلہ اس نے کتاب وسنت کے کن دلائل سے اخذ کیا ہے اور یہ بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ اہل اجتہاد کے اقوال کو جانا چاہئے جن کے سرخیل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

[1] مجموعہ الفتاویٰ ۲۹/۲۶۲ و ۲۶۳ نیز ۲۰/۲۲۵ وغیرہ

لہٰذا جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ کتاب وسنت سے حکم شرعی کو نکال سکتا ہے اور اس میں اس کو صحابہ کی اقتداء کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ان سے مستغنی ہو کر یہ کام کرتا ہے وہ مبتدع وگمراہ ہے اور جو آدمی مسلمانوں کے اجماعی امر کی مخالفت کرے وہ گمراہ تو ہے ہی البتہ اس کے کفر و تکفیر میں اختلاف وتفصیل ہے"۔[1]

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے اخلاف

سعودی عرب کی موجودہ دینی فکر وجدوجہد کے روح رواں اور بانی مبانی شیخ محمد بن عبدالوہاب علیہ الرحمۃ اور ان کے اخلاف کے لئے یہ بات معروف ہے کہ یہ سارے حضرات حنبلی المذہب تھے اور یہی وجہ ہے کہ سعودی حکومت کا مذہب بھی امام احمد بن حنبل کا مذہب اور ان کے اقوال ومسائل ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے اخلاف کی اس انداز کی کوئی تحریر وتصریح تو نہیں مل سکی جس انداز کی تصریح شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام دہلوی سے نقل کی گئی لیکن بعض اخلاق کی ایسی تصریحات ضرور ہمارے سامنے ہیں جن کا حاصل و مفاد ہی ہے جو ان حضرات کی تحریرات وتصریحات کا ہے۔ مثلاً شیخ کے صاحبزادے، شیخ عبداللہ بن محمد علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ ترتیب دیا تھا، جس میں شیخ اور ان کے اخلاف نیز ان کی تحریک وجدوجہد کے خلاف برپا کئے جانے والے پروپگنڈوں کا جواب دیا گیا ہے۔ ان کے خلاف جو عام باتیں پھیلائی جا رہی تھی اس میں عدم تقلید وغیرہ کی بات بھی تھی، چنانچہ شیخ عبداللہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ونحن ايضاً في الفروع على مذهب الامام احمد بن حنبل ولا ننكر على من قلد احد الأئمة الأربعه دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير كالرافضة والزيدية والأمامية ونحوهم لانتركهم ظاهراً على شيءٍ من مذاهبهم الفاسدة بل نجبرهم على تقليد احد الأئمة الأربعة ولا نستحق مرتبة الاجتهاد المطلق ولا احدمنا يدعيها الا أنا في بعض المسائل اذا صح

[1] مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۵۵

لنا نص جاء من كتاب او سنة غير منسوخ ولا مختص ولا معارض بأقوى منه وقال به احد الائمة الاربعة نأخذبه وتركنا المذهب كإرث الجدوا لاخوة فانا نقدم الجد بالارث وان خالفه مذهب الحنابلة . ولا مانع من الاجتهاد في بعض المسائل دون بعض ولا مناقضة لعدم الاجتهاد المطلق وقد سبق جمع من ائمة المذاهب الاربعة الاختيارات لهم في بعض المسائل للمذهب الملتزمين تقليد صاحبه [1]

ہم لوگ بھی فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید پر ہم انکار نہیں کرتے البتہ ان کے ماسوا پر ہم کو انکار ہے کیونکہ ان کے مذاہب ان حضرات کے مذاہب کی طرح محفوظ وضبط نہیں ہیں جیسے روافض اور زیدیہ وامامیہ وغیرہ ہم ان کو ان کے مذہب کی کسی چیز پر برقرار نہیں رکھتے بلکہ ان کو مجبور کرتے ہیں کہ چاروں ائمہ میں سے کسی کی تقلید کریں۔

اور ہم اجتہاد مطلق کے مستحق نہیں ہیں، اور نہ ہم میں سے کوئی اس کا مدعی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ کسی مسئلے میں جب ہمارے سامنے کوئی واضح نص آتی ہے، خواہ کتاب اللہ کی ہو یا سنت کی جو منسوخ یا مخصوص نہ ہو اور نہ ہی اس سے قوی ترین نص سے معارض ہو اور چاروں اماموں میں سے کسی کا مذہب اس کے موافق ہو تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور مذہب حنبلی کی راہ کو چھوڑ دیتے ہیں جیسے دادا اور بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں ہم مذہب حنابلہ کے خلاف دادا کو وراثت دلاتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی مانع نہیں کہ دمی بعض مسائل میں اجتہاد کیا جائے اور بعض میں نہیں اور یہ اجتہاد مطلق کی نفی کے خلاف بھی نہیں ہے جبکہ مذاہب اربعہ کی ائمہ کی ایک جماعت ماضی میں ایسی ہو چکی جن کے اختیارات وترجیحات بعض مسائل میں ان کے التزام کردہ مذہب کے خلاف ہیں۔

اور شیخ کے پوتے عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد عبدالوہاب کے پوتے، شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن، اپنی اس قسم کی ایک دفاعی و وضاحتی تحریر میں فرماتے ہیں:

[1] الھدیۃ السنیۃ ۳۸، ۳۹

اما مذهبنا فمذهب الامام احمد بن حنبل امام اهل السنة في الفروع والاحكام ولا ندعي الاجتهاد ، واذا بانت لنا سنة صحيحة عن رسول الله صلى الله عليه و سلم عملنا بها ولا نقدم عليها قول احد كائنامن كان بل نتلقاها بالقبول والتسليم لأن سنة رسول الله صلى الله عليه و سلم في صدرنا اجل واعظم من ان نقدم عليها قول احد [1]

ہمارا مذہب فروع واحکام میں امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور ہم اجتہاد کا دعویٰ نہیں کرتے البتہ جب ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت صحیحہ آتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور پر کسی کے قول کو مقدم نہیں کرتے خواہ کوئی ہو، بلکہ ہم اسی کو قبول کرتے اور تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ ہمارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس سے کہیں ارفع واعلیٰ اور برتر وبڑھ کر ہے کہ ہم اس کے مقابلے میں کسی کے قول کو ترجیح دیں۔

سعودیہ کے مرکزی دارالافتاء کے فتاویٰ

حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی علیہ الرحمۃ نے انتقال سے کچھ عرصہ قبل بلاد عرب کے بعض ممتاز علماء کو ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا، جس کے جواب میں سعودیہ کے سابق مفتی عام اور مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز علیہ الرحمہ نے چند سطروں کے ساتھ مرکزی دارالافتاء کے متعدد مختصر ومبسوط فتاویٰ مولانا کی خدمت میں بھیجے تھے، یہ فتاویٰ ان کے رسائل کے ''مجلة البحوث'' وغیرہ میں نیز مستقلاً کتابوں میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ ان سب میں شیخ ابن باز کی مہر کے ساتھ دوسرے علماء کے دستخط ہیں۔ ان فتاویٰ میں اگرچہ مذاہب اربعہ میں انحصار اور ان کی تقلید و پابندی کے لزوم کی بات تو نہیں ہے لیکن ائمہ اربعہ کی جلالت قدر، مذاہب اربعہ کی حقانیت وحق سے نسبت اور اس کا تذکرہ ضرور اور بار بار آیا ہے کہ اجتہاد ہر ایک کا حق نہیں ہے، اس کے لئے مخصوص شرائط واہمیت درکار ہے، جو اس سے خالی ہو اس کے لئے تقلید کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے، ہم بعض فتاویٰ کے اہم اقتباسات

[1] الھدیۃ السنیۃ ص ۱۱۰

کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

ایک فتویٰ میں آیا ہے:[1]

یجب علی المسلم ان یعرف الاحکام الشرعیة من ادلتها المعتبرة شرعا من الکتاب والسنة والاجماع وما استند الیها کالقیاس ونحوه اذا کان اهلا للبحث والاجتهاد والاسأل من یثق به من اهل العلم وقلده دون تعصب لاحد من المجتهدین۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ احکام شرعیہ کو شرعاً معتبر جو دلائل ہیں ان کے ساتھ اور ان کے واسطے سے جانے، یعنی کتاب وسنت اور اجماع اور ان تینوں سے متعلق قیاس وغیرہ جب کہ وہ خود بحث واجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو ورنہ اہل علم میں جس پر اس کو اعتماد ہو اس سے پوچھے اور اس کی تقلید کرے، لیکن مجتہدین میں سے کسی کے لئے تعصب اختیار نہ کرے۔

اس قسم کا مضمون دوسرے فتاویٰ میں بھی آیا ہے اور بار بار آیا ہے۔[2]

اور ان فتاویٰ میں اگر چہ یہ بات بار بار آئی ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی تقلید و پابندی لازم نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے ائمہ ومجتہدین کی بھی تقلید کی جاسکتی ہے لیکن اسی کے ساتھ اس تقلید واتباع کے جواز کا تذکرہ بھی آیا ہے، مثلاً ایک فتویٰ میں[3]

ائمہ اربعہ کی توصیف وتعریف اور تکریم وتعظیم کے تذکرہ کے ساتھ مضمون یوں آیا ہے:

ان ائمة المذاهب الاربعة وهم ابو حنیفة ومالک والشافعی واحمد بن حنبل من فضلاء اهل العلم ومن اتباع النبی صلی الله علیه و سلم ومن اهل الاجتهاد ولاستنباط للاحکام الشرعیة من ادلتها التفصیلیة وما قاله المؤلف المذکور من انهم یصرفون الناس عن الحقیقة ویتبعون اهوائهم کذب وبهتان علیهم ولیس مقلدهم یکافر فان الانسان اذا لم یکن من اهل المعرفة

[1] فتویٰ نمبر ۴۵۲۲ محررہ مورخہ ۱۴۰۲/۴/۶ھ اس میں بن باز کے ساتھ مزید چار علماء کے دستخط ہیں۔

[2] فتویٰ ۱۳۵۴۸ محررہ ۱۴۰۹/۱۲/۲۹ھ فتویٰ ۱۵۹۱ محررہ ۱۳۹۷/۲/۲ھ فتویٰ ۵۹۵۷ محررہ ۱۴۰۲/۱۰/۱۷ھ

[3] فتویٰ نمبر ۱۲۵۴۸ محررہ ۱۴۰۹/۱۲/۲۹ھ

بالأحکام واتبع احد المذاهب الاربعة فانه لاحرج علیه فی ذلک بلاشبه۔

بلاشبہ مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وامام احمد بن حنبل فضلاء اہل علم میں سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے جو احکام شرعیہ کے تفصیلی دلائل سے ان کے نکالنے اور اجتہاد واستنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مؤلف مذکور نے جو یہ کہا ہے کہ یہ لوگ عوام کو حقیقت سے پھیرتے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں یہ ان کے حق میں جھوٹ و بہتان ہے، ان کا مقلد کافر نہیں اس لئے کہ انسان اگر خود احکام کے جاننے کی اہلیت نہیں رکھتا اور ان چاروں مذہب میں سے کسی کی اتباع کرتا ہے تو اس میں اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک فتویٰ کافی مبسوط فل اسکیپ سائز کے تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں چھ سوالات آئے ہیں اور ان کا کسی قدر مبسوط ومحقق جواب آیا ہے۔[1]

پہلا سوال ان کی ذاتیات سے متعلق اور اس بابت ہے کہ آیا یہ علماء اور ائمہ ہیں یا نہیں اور دوسرا یہ کہ اُنھوں نے تعالیم اسلام کی کیا خدمات کی ہیں تیسرا یہ کہ کیا وہ اپنے علم ومعرفت کے بناء پر قدر واحترام کے مستحق ہیں۔

ان تینوں سوالات کے جوابات ان حضرات کے شایان شان دیئے گئے ہیں ان کے بعد تین سوال حسب ذیل ہیں چوتھا یہ کہ ان میں سے کسی کی اتباع نہ کرنا کیا صراط مستقیم سے انحراف ہے، اس سوال کے جواب میں جیسا کہ پیچھے فتاویٰ آئے ہیں اس کے مطابق بات کہی گئی کہ اس میں وسعت ہے اور تنگی کرنا اور پابند بنانا غلط ہے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کو کیا حیثیت دی جائے تو جواب میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ان حضرات کے اختلافات کے بہت سے اسباب ہیں لہذا کوئی اہم بات نہیں ہے۔

چھٹا سوال یہ ہے کہ ان حضرات اور ان کے مذاہب وآراء کو سب وشتم کرنے والے کو کیا کہا جائے گا اس کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے:

[1] فتویٰ نمبر ۵۹۵۷ محررہ ۱۴۰۲/۱۰/۱۷ھ

سادسا بعد أن ثبت مالهولاء العلماء من فضل وعلو منزلة ، وقدم صدق في الاسلام ، وخدمة جليلة ..... فلن يخيرهم كيد حسود ولا سب سفيه ، ولا طعن من طغت عليه العصبية اواستولى عليه الهوىٰ فان كبير القوم مستهدف والانبياء والمرسلون مع صدقهم وعلو قدرهم واعتدالهم ورحمتهم بالناس لم يسلموا من اذى قومهم فالسيل كما قال الاول ، حرب للمكاني العالي ، فمن سب هولاء الاخيار فقد اساء الى نفسه وعليها جنى وسوف يلقى جائزه عاجلا او اجلا فالله للمعتدين بالمرصاد ۔

جب ان حضرات کا فضل وکمال اور علو مرتبہ نیز اسلام میں ان کا بلند مقام نیز اُمت کے لئے جلیل القدر خدمت ثابت ہے، تو کسی حاسد کی سازش اور کسی ناسمجھ کے سب وشتم سے ان کا کچھ نہ ہوگا، اور نہ ان لوگوں کے طعن وتشنیع سے ان کو نقصان پہنچے گا جن پر عصبیت حاوی ہو یا خواہش نفس غالب ہو، کیونکہ قوم کا جو بڑا ہوتا ہے وہی نشانہ بنا کرتا ہے، انبیاء ورسل اپنے اخلاص، علو مقام، نیز اعتدال ومیانہ روی اور انسانوں کے ساتھ اپنی رحمت وشفقت کے باوجود اپنی اقوام کی طرف سے ایذا رسانی سے محفوظ نہیں رہے، اور کوئی تعجب کی بات نہیں سیلاب بلند جگہ کا ہی رُخ کیا کرتا ہے لہٰذا جو شخص ان نیک لوگوں کو بُرا بھلا کہتا ہے وہ اپنے ساتھ بُرائی کرتا ہے اور اپنے حق میں بڑا جرم کرتا ہے، اور اس کو جلد ہی اس کی جزا وسزا کا سامنا کرنا ہوگا، خواہ دنیا میں ہو یا خواہ آخرت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالموں کی گھات میں ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے۔

رابطۃ العالم الاسلامی کی فقہ اکیڈیمی کی بعض تجاویز

رابطۃ العالم الاسلامی جو سارے عالم کے مسلمانوں کی ایک تنظیم ہے، اس کی زیر نگرانی ایک فقہ اکیڈیمی بھی کام کرتی ہے، جس کے اراکین میں عالم عرب کے ممتاز فقہاء ہیں، جس میں ابن باز وغیرہ بھی شامل تھے اس کی دو تجاویز کے کچھ حصے اس موقع پر نقل کئے جاتے ہیں جو مقصد فی الجملہ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت مولانا ندوی کے جواب میں فتاویٰ کے ساتھ ان دونوں تجاویز کا عکس بھی شیخ ابن باز نے ان کو بھیجا تھا، احقر کے پاس ان فتاویٰ اور تجاویز کا عکس موجود ہے۔

آٹھویں سیمنار میں اجتہاد سے متعلق ایک مبسوط تجویز آئی ہے، جس میں شیخ ابن باز اور ابن السبیل امام حرم کے علاوہ بقیہ شرکاء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آج کل اجتماعی اجتہاد کو اختیار کیا جائے یہی مناسب ہے، بقیہ شرکاء میں سعودیہ کے ممتاز فقہاء وعلماء میں شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان اور شیخ صالح بن عثیمین بھی ہیں۔

اسی تجویز کی ایک دفعہ یہ بھی ہے:

''مجتہدین کے اندر اجتہاد کے مطلوبہ شرائط لگایا جانا ضروری ہے، کیونکہ وسائل کے بغیر اجتہاد نہیں ہوسکتا، تاکہ افکار میں کجروی اور حکم خداوندی سے دوری نہ پیش آئے ان شرائط کے ذریعہ ہی قرآن کریم اور سنت رسول میں مذکورہ مقاصد شرع کا سمجھنا ممکن ہے'' [1]

اور دسویں سیمنار میں اختلاف مذاہب ومسالک سے متعلق ایک مبسوط تجویز آئی جس میں بنیادی طور پر عصبیت وغیرہ سے احتراز پر زور دیا گیا ہے، اس میں شیخ ابن باز وابن السبیل وغیرہ سب کا اتفاق ہے، اس تجویز کا حصہ ذیل قابل ذکر ہے اگرچہ کچھ طویل ہے لیکن ابتداء تو یہ آیا ہے کہ اسلامی ممالک میں پائے جانے والے فکری مسالک کے اختلافات کی دو نوعیت ہیں، اعتقادی اختلاف، اس کی شدید مخالفت کی گئی ہے اور فقہی مذاہب کا اختلاف اس کی بابت ہی تجویز کا اکثر حصہ ہے اس میں آیا ہے۔

دوسری نوعیت جو بعض مسائل میں فقہی اختلاف کی ہے، اس کے پس پشت کچھ علمی اسباب ہیں، جن میں اللہ کی عظیم حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت کارفرما ہے، ساتھ ہی اس کی وجہ سے نصوص سے استنباط احکام کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوئی ہے یہ اختلاف ایک نعمت اور عظیم قربانی فقہی سرمایہ ہے جس نے اُمت مسلمہ کو اپنے دین وشریعت کی بابت انتہائی کشادگی وآسانی عطا کی ہے اُمت مسلمہ اس کی وجہ سے کسی ایک شرعی تطبیق میں اس طرح محدود ہوکر نہیں رہ جاتی کہ اس سے تجاوز کا امکان نہ ہو بلکہ اگر کبھی ایک مسلک کے لحاظ سے کوئی تنگی ودشواری آجاتی ہے تو دوسرے ملک میں اس کیلئے کشائش وآسانی میسر ہوتی ہے، عبادت سے لے کر معاملات، خانگی اُمور اور قضاء وجنایات تک تمام میدانوں میں شرعی

[1] مکہ مکرمہ فقہی اکیڈیمی کے فیصلوں کا ترجمہ شائع کردہ اسلامک فقہ اکیڈیمی ص ۱۷۰

دلائل کی روشنی میں یہ کشائش میسر رہتی ہے۔

دوسری نوعیت کا یہ اختلاف مذاہب اور فقہی اختلاف ہمارے دین میں کوئی نقص یا تناقض نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ایسا اختلاف نہ پایا جائے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے پاس فقہ واجتہاد کے ساتھ قانون سازی کا مکمل نظام ہو اور اس میں یہ فقہی اور اجتہادی اختلافنہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے اختلاف کا نہونا ناممکن ہے کیونکہ اصل نصوص بیشتر اُمور میں ایک زائد مفہوم ومعنیٰ کا احتمال رکھتے ہیں، نیز یہ نصوص تمام امکانی واقعات کا احاطہ کر بھی نہیں سکتے ہیں بقول بعض علماء نصوص محدود ہیں اور واقعات لامحدود۔ لہذا قیاس کی طرف رجوع کرنا اور علل احکام، شارع کی غرض، شریعت کے عام مقاصد پر نظر رکھنا اور شریعت کو واقعات اور نئے نئے حادثات میں حکم بنانا ضروری ہے، اور اس تطبیق واجتہاد میں علماء کے فہم وفقہ اور احتمالات کے درمیان ترجیحات کی تعیین میں اختلاف ایک فطری امر ہے جس کی وجہ سے ایک ہی موضوع پر مختلف علماء کے مختلف اقوال ہو جاتے ہیں جبکہ حق کی تلاش ودریافت ہی ہر ایک کا مقصود ہوتا ہے، اور اس میں جس کا اجتہاد صحیح ہو وہ دوہرے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

لہذا اس مذہبی (فقہی) اختلاف کے وجود میں کہاں سے کون نقص ہوگا، جس میں پائے جانے والے خیر ورحمت کے پہلو کو ہم واضح کر چکے ہیں یہ تو سراپا خیر ورحمت اور فی الواقع بندوں پر اللہ کی رحمت وشفقت اور نعمت ہے اور ساتھ ہی فقہ وقانون سازی کی دنیا میں ایسا عظیم سرمایہ اور امتیاز ہے جس پر اُمت مسلمہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے[1]

[1] ان تجاویز کا مفہوم نقل کرنے میں اصل عربی متن کے ساتھ مکہ مکرمہ فقہی اکیڈیمی کے فیصلوں کا ترجمہ شائع کردہ، اسلامک فقہ اکیڈیمی دہلی سے بھی مدد لی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائے جمال

نورِ قرآں سے خدا ہم کو منور کردے
علمِ نافع دے ترے ذکر کا خوگر کردے

تیرے دیں کے ہی رہیں تادمِ آخر خادم
سارے عالم کا الٰہی ہمیں رہبر کردے

ہم سے پائے نہ اذیت کبھی کوئی ہرگز
حسنِ اخلاق کا آقا ہمیں پیکر کردے

جو ہمیں دیکھ لے، لائے ترے دیں پر ایماں
ایسے اوصاف کا مولیٰ ہمیں مظہر کردے

دونوں عالم میں سہارا ہے ہمارا تو ہی
کامیابی کو دوعالم میں مقدر کردے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ

ترجمہ:- کسی باپ نے اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑا تحفہ نہیں دیا۔

اخلاق یہ ہے کہ نہ خود تکلیف اٹھاؤ نہ دوسروں کو تکلیف دو

ادب یہ ہے کہ ہر کام کو بحسن و خوبی ادا کرو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچے اور کامل انسان کی نشانی یہ بتائی کہ

جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں

جو مجھ کو محروم کرے میں اس کو عطا کروں

جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کروں

اجتہاد و تقلید

نیز

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ ومعینہ کی تقلید

تحریر

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی

ناشر

تجوید القرآن ایجوکیشنل اینڈ چیاریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

آزادنگر، عنبرپیٹ، حیدرآباد

بموقع اجلاس عام مجلس علمیہ آندھراپردیش، منعقدہ ۹، ۱۰/ مارچ ۲۰۱۰ء

مختصر تعارف تجوید القرآن ایجوکیشنل اینڈ چیاریٹیبل ٹرسٹ

تجوید القرآن ایجوکیشنل اینڈ چیاریٹیبل ٹرسٹ کا قیام بھی "مذہب اسلام وتہذیب اسلام" کی حفاظت اور اسکے ماننے والوں کے تشخصات وامتیازات کے تحفظ کیلئے ہوا ہے۔ جس کیلئے یہ ادارہ مختلف محاذوں پر خدمات انجام دے رہا ہے۔

ٹرسٹ کا بنیادی مقصد: دینی تعلیم وتربیت کیلئے ٹرسٹ ایسے غریب ویتیم گھرانوں کے نونہالوں کو ترجیح دیتا ہے جو مارے غربت کے دنیاوی تعلیم سے محرومی کے ساتھ ساتھ دینی علوم سے بھی محروم ہیں۔ انہیں مفت تعلیم کے علاوہ یونیفارم، برقعہ، کتب، ملبوسات خورد ونوش وغیرہ ٹرسٹ کی جانب سے مفت ادا کیا جاتا ہے اور 30% طلبہ کو ماہانہ 500/- تا 1000/- روپیے وظائف کا بھی اجراء کیا جاتا ہے۔ نیز خاص مواقع جیسے عید وشادی وغیرہ میں غرباء بالخصوص بیوہ گان کو ضروری مکمل امداد دی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ ٹرسٹ اپنی تمام سرگرمیاں ریاست کے مشہور اکابر علماء وبزرگان دین کی زیر سرپرستی انجام دیتا ہے، اور سالانہ تمام حسابات چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ (گورنمنٹ) سے آڈٹ کرائے جاتے ہیں۔

اس ٹرسٹ کے تحت چار ذیلی ادارے قائم ہیں (۱) جامعہ اسلامیہ تجوید القرآن (۲) جامعہ اسلامیہ بنات الابرار (۳) حرمین پبلک اسکول (۴) اسلامیہ ٹیلرنگ اینڈ ایمبرائڈری ٹریننگ سنٹر۔

جامعہ اسلامیہ تجوید القرآن: یہ ادارہ مسلم لڑکوں کی دینی تعلیم وتربیت کی خدمات انجام دیتا ہے نورانی قاعدہ سے لیکر حفظ قرآن تک کی تعلیم کا اسمیں نظم ہے۔

جامعہ اسلامیہ بنات الابرار: یہ ادارہ مسلم لڑکیوں کی شرعی پردہ کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیتا ہے اسمیں بھی نورانی قاعدہ سے لیکر حفظ قرآن مجید تک کی تعلیم کا مکمل نظم ہے۔

معہد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: اس شعبہ کے تحت حفظ قرآن سے فارغ ہونے والی لڑکیوں اور دیگر عصری اسکولز کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو شعبہ عالمیت (پانچ سالہ) کی تعلیم دی جاتی ہے، فی الحال عربی سوم تک کی تعلیم کا اس میں نظم ہے جو بتدریج ہر سال اس کو آگے بڑھا کر مکمل تعلیم کا نظم کرلیا جائیگا۔

حرمین پبلک اسکول: یہ ادارہ مسلم غریب بچوں بچیوں کی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ پر پوری توجہ صرف کرتا ہے، اسمیں تعلیمی اعتبار سے سرکاری نصاب کے ہم پلہ عصری نصاب اور اسلامی اقدار ودینیات کا مکمل لحاظ کیا جاتا ہے۔ فی الحال نرسری سے لیکر چوتھی جماعت تک کا اسمیں نظم ہے، آئندہ سال بہ سال تعلیمی کلاسس کا اضافہ ہوتا رہے گا۔

اسلامیہ ٹیلرنگ اینڈ ایمبرائڈری ٹریننگ سنٹر: یہ ادارہ مسلم غریب خواتین ولڑکیوں کیلئے صنعت وحرفت کے فروغ کے طور پر کام کرتا ہے، اسمیں ٹیلرنگ اور ایمبرائڈری کی ٹریننگ اس حد تک دی جاتی ہے کہ معاشی طور پر پسماندہ خواتین گھر بیٹھے بیرونی ماحول سے آزاد اسلامی اصول کے مطابق رزق حلال حاصل کرسکیں۔

کل تعداد: طلبہ وطالبات (1024) معلمین ومعلمات (73) فارغین حفظ (640) فارغات ٹیلرنگ (96)

سالانہ مصارف (29,60,000)

والسلام حافظ محمد غوث رشیدی بانی وناظم

TAJWEEDUL QURAAN EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST
Azad Nagar, Amberpet, Hyderabad-13. A.P. India.
Ph: 040-27420557, Fax: 040-27407673

Al Balagh Graphics, 9441025508

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردوادب، آپ بیتی، نقدوتجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com